بسم اللہ الرحمن الرحیم

# نظرات

دنیا ابھی تک دو بلاکوں میں منقسم متصور ہوتی رہی ہے۔ یہ دونوں بلاک عصر حاضر کی دو با اثر اور عظیم طاقتیں سمجھی جاتی ہیں۔ امریکہ اور روس ان بلاکوں میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں ۔ بہت سے ممالک ان کے حلیف ہیں ۔ اور جو حلیف نہیں ہیں وہ بھی مجبور ہیں کہ ایک یا دوسرے بلاک کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ رکھیں ۔ موجودہ دور کی مسلم ریاستیں بھی خواہی نخواہی اسی حکمت عملی کو اختیار کئے ہوئے ہیں ۔ لیکن یہ صورت حال اسی وقت تک قائم رہ سکتی ہے جب تک کہ امت مسلمہ کی خودی بیدار نہیں ہوتی۔ نیند کے ماتے کروٹیں بدلنے لگے ہیں ۔ دنیا کے مسلمانوں میں اپنے تشخص کا شعور آہستہ آہستہ پروان چڑھ رہا ہے۔ اقوام غالب کی جادوگری اگرچہ انہیں سلائے رکھنے کے لئے سخت کوشش کے ساتھ سرگرم عمل ہے ۔ ترغیب و ترہیب کے دو طرفہ ہتھکنڈے استعمال کرکے اور طرح طرح کے پیچیدہ مسائل میں انہیں الجھا کر کوشش اس امر کی کی جاتی ہے کہ ان کا بکھرا ہوا شیرازہ یکجا نہ ہوسکے۔ لیکن ایک عرصہ کی ذلت و نکبت کے بعد مشیت ایزدی بھی شاید اس کی مقتضی نظر آتی ہے کہ یہ امت دوبارہ دنیا کی امامت سے سرفراز ہو۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ وقت کی پیشانی پر لکھے ہوئے اس اشارے کو پڑھ کر مسلمان میدان عمل میں کود پڑیں ۔ اور خالص دین کی اساس پر اپنی تنظیم کریں ۔ اللہ تعالی کی رضا جوئی اور اسوۂ رسول کی اتباع کو اپنا مقصد حیات قرار دیں ۔ خلق خدا موجودہ دور کے ان دو بلاکوں اور ان کے نظاموں سے ناخوش و بیزار ہوچکی ہے۔ اس لئے کہ یہ نظام انسانیت

کی حقیقی صلاح و فلاح سے یکسر خالی ہیں کیونکہ ان کی بنیاد جن افکار و نظریات پر ہے ان میں سرے سے اس کی گنجائش ہی نہیں۔

دنیا ایک ایسے نظام ایک ایسے معاشرے کی متلاشی ہے جو انسانیت کے لئے سچی خوشی، حقیقی امن اور پائیدار خوشحالی کا ضامن ہو۔ یہ معاشرہ اسلام اور صرف اسلام مہیا کر سکتا ہے۔ اور اس معاشرے کو قائم کرکے دنیا کے سامنے مثال پیش کرنے کی ذمہ داری سب سے پہلے آج کے مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے۔ اس میں مسلمانوں کے اپنے دکھوں کا مداوا بھی ہے اور عام انسانوں کے مصائب کا علاج بھی۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

# رویت ہلال کی ضرورت

عبد القدوس ہاشمی

قمری مہینوں کے لئے ابتداء کی تعیین کا مسئلہ ایک مدت سے موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ رمضان شریف کی ابتداء، عیدالفطر کے دن کی تعیین، اور حج کی تاریخ کا معین کرنا ایک مسئلہ ہے جس پر بڑی مدت سے بحث ہو رہی ہے۔ بعض لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اس کو اسی طرح قایم رکھا جائے جیسے عہد رسالت سے اب تک قایم ہے۔ اور بعض یہ چاہتے ہیں کہ اس کے لئے ایک دوامی کلینڈر شمسی مہینوں کی طرح بنالیا جائے۔ اس طرح ایک ہی وقت میں ہر جگہ رمضان شروع ہوگا۔ ایک ہی دن سب جگہ عید ہوا کرے گی، اور یہ بات ختم ہوجائے گی کہ مختلف ملکوں بلکہ مختلف شہروں یا ایک ہی شہر کے مختلف حصوں میں رمضان کی ابتداء مختلف دنوں میں ہو، اور عید کی نماز مختلف دنوں میں ادا کی جائے۔

یہ مسئلہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے بلکہ بڑا قدیم مسئلہ ہے، تیسری صدی ہجری سے اس کی بار بار کوششیں ہوتی رہی ہیں، اور قوت و سلطنت کے بل بوتے پر فاطمی خلفائے مصر نے ایک ایسا کلینڈر بنا بھی لیا تھا جو اب تک ان لوگوں میں جاری ہے جو ان خلفاء کو مذہبی پیشوا اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ امام کا درجہ دیتے ہیں ۔ سائینس اور فلکیات میں علم السالی کی جدید ترقیاں بہت ہی قابل قدر ہیں ۔ اور یقیناً بہت سی باتیں جو اب ہمیں معلوم ہیں پہلے معلوم نہ تھیں، لیکن اس سے یہ قیاس کر لینا صحیح نہیں ہے کہ منازل قمر اور چاند کی زمین کے گرد گردش بھی آج معلوم ہوئی ہیں۔ چاند کی زمین کے گرد گردش اور منازل قمر کے حسابات ہجری تاریخ کی تعین

سے ہزاروں سال پہلے بابلی تمدن کے زمانہ ھی میں انسانوں نے معلوم کرلئے تھے اور بالکل صحیح طور پر حساب لگالیا گیا تھا کہ چاند کب شروع ھوتا ھے، کب دکھائی دیتا ھے اور کب محاق میں آکر ناقابل دید ھوجاتا ھے۔ ھندوستانی ماھر فلکیات نے بھی بابل کے بعد اس پر قابل قدر کام کیا تھا۔ اور پیدائش قمر، ظہور قمر، نچھتر، محاق وغیرہ کا صحیح حساب لگا لیا تھا۔ قرآن مجید کے نزول (تقریباً ۶۱۰ء-۶۳۲ء) سے ھزاروں ھی سال پہلے سے انسانی علم پیدایش قمر ظہور قمر (چندرمان دوج) اور منازل قمر وغیرہ کی تعیین کر چکا تھا۔ قرآن مجید میں بھی منازل قمر کا ذکر سورۂ یونس کی پانچویں آیت میں موجود ھے۔ عہد صحابہ کے مسلمان بھی اس سے بالکل ناواقف نہ تھے۔ اس کا ثبوت بھی قرآن مجید کی متعدد آیتوں سے مل جاتا ھے۔ اور جاھلی اشعار و ضرب الامثال سے بھی اس کا پتہ لگتا ھے۔

غرض یہ کہ اب تک جو یہ مسئلہ حل نہیں ھوسکا تو اس کی وجہ چاند کے طلوع و غروب سے متعلق انسانی علم کا فقدان نہ تھا۔ آج کے اتنا نہ سہی، لیکن اسقدر علم انسان کو حاصل ھوچکا تھا کہ وہ حساب کے ذریعہ اس کی تعیین کرسکتا تھا اور مسلمان ماھرین نے عملاً مختلف اوقات میں اس کے لئے زیچیں بنائیں بھی۔ مگر رمضان و عید کے لئے ان کو عام طور پر قبول نہ کیا جاسکا۔ اس کے اسباب بالکل دوسرے ھیں، ھم اس جگہ ان میں سے چند وجوہ و اسباب کا مختصر ذکر کرتے ھیں۔

(۱) کیا یہ ضروری ھے یا کم از کم یہ کوئی بڑا ھی اھم اور مفید کام ھوگا کہ ساری دنیا میں رمضان ایک ھی وقت میں شروع کیا جائے اور عیدالفطر ایک ھی وقت میں ھوا کرے؟

اس سوال کے جواب میں ھمیشہ یہ کہا گیا ھے اور آج بھی یہی کہا جاسکتا ھے کہ یہ محض طفلانہ خدشہ یا خیال ھے نہ یہ ممکن ھے اور نہ

اس سے کوئی غیر معمولی فائدہ حاصل ہوگا۔ رمضان کے روزے اور عیدالفطر کی نماز عبادت ہے اور عبادات میں وقت کی تعین مقامی طلوع و غروب کے مطابق ہوتی ہے۔ نہ مسلمانوں کے لئے یہ ممکن ہے اور نہ عیسائیوں اور دوسرے مذاہب والوں کے لئے۔ نہ قمری کلینڈر سے یہ ہوسکتا ہے اور نہ شمسی کلینڈر سے۔ طلوع و غروب کا فرق مختلف مقامات کے مابین بالکل واضح اور صریحاً حسی ہے۔ مکہ مکرمہ سارے مسلمانوں کا مرکزی شہر ہے۔ لیکن جس وقت وہاں صبح کی نماز ہوتی ہے، اس وقت جاکرتا (انڈونیشیا) کے مسلمان صبح کی نماز نہیں پڑھ سکتے کیوں کہ جاکرتا میں اس وقت آفتاب کافی بلند ہو چکتا ہے۔ اور سان فرانسسکو کے مسلمان تو شاید عشا کی نماز سے بھی فارغ نہ ہوچکے ہوں گے۔ اور تو اور مسلمانوں کے دو مقدس ترین شہر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں جو صرف ۲۷۷ میل کے فاصلہ پر واقع ہیں صبح کی اذان ایک ہی وقت میں نہیں ہوتی اور نہیں ہوسکتی۔

اسی طرح عیسائیوں کی مذہبی تقریب عشائے ربانی جس وقت شہر کینبرا میں منعقد ہوتی ہے، اسی وقت لندن یا ڈبلن میں نہیں ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے۔ کیپ ٹاؤن کے عیسائی جس وقت کرسمس کی عبادت کے لئے گرجاؤں میں جمع ہوتے ہیں، سان فرنسسکو یا وینزولا کے عیسائی نہیں جمع ہوتے اور نہیں ہوسکتے۔ کسی نقشۂ عالم میں دیکھ لیجئے، ۱۸۰ درجہ کے خط عرض البلد سے ایک طرف اتوار اور دوسری طرف پیر (سوموار) لکھا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ طلوع و غروب کے فرق سے دو مقامات کے اوقات میں بارہ گھنٹے تک اختلاف ہوجاتا ہے۔

بالکل یہی حال دوسری قوموں کی عبادت کا ہے۔ بنارس کا ایک ہندو جس وقت شنکرات کا اوپاس شروع کرتا ہے ڈربن یا کیپ ٹاؤن میں رہنے والا

ہندو ٹھیک اسی وقت اوپاس نہیں شروع کرسکتا۔

یہودی تو بہت ہی سخت تنظیم رکھنے والی قوم ہے اور حساب کتاب میں بھی اس کا درجہ بہت بلند ہے، لیکن اس کے باوجود یہ کبھی نہیں ہوتا اور نہ ایسا ہونا ممکن ہے کہ صوم کبور کی ابتداء ہلسنکی کا یہودی تل ابیب کے وقت کے مطابق کرسکے، کیوں کہ مطالع کا فرق اس کی اجازت نہیں دیتا۔ نہ صومعات میں عبادتیں ایک وقت میں ہوتی ہیں اور نہ صوم کبور اور فسیح ایک ہی وقت میں ہوتا ہے۔

دنیا کی اس صورت حال پر غور کرنے کے بعد سوچئیے کہ ہماری یہ تمنا کہ ہماری نمازیں سب جگہ ایک ہی وقت میں ہوں اور ہمارے روزے سب جگہ ایک ہی وقت میں شروع ہو جائیں۔ کیسی معصوم طفلانہ تمنا نظر آتی ہے۔ اس تمنا کو کیا نام دیا جائے ؟

اب ذرا ایک دوسری طرح غور کیجئے، کیا ساری دنیا کے مسلمانوں کو رمضان و عید کے لئے ایک ہی کلینڈر دے کر بلکہ ایک ہی نظام اوقات دے کر اور مطالع کے اختلافات کو نظر انداز کرکے ہم کوئی بڑی مفید خدمت انجام دیں گے اور کسی بہت ہی مضر نقص کی تکمیل کر دیں گے ؟

رمضان کے روزے ۲ ہجری میں فرض ہوئے تھے اور پہلی نماز عید ۲ ہجری میں بمقام مدینہ منورہ کے ایک میدان میں ادا کی گئی تھی چند سال تک تو مسلمان صرف مدینہ منورہ ہی میں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاند کے ظہور حسی کے بموجب رمضان و عید کیا کرتے تھے، اس کے بعد عرب کے متعدد قبائل مسلمان ہوگئے۔ اور وہ سب اپنی اپنی جگہ پر مقامی مطلع کے بموجب چاند دیکھ کر رمضان اور عید کیا کرتے تھے۔ اور ان میں اختلاف بھی ہوجاتا تھا۔ کہیں رمضان یکشنبہ کو شروع ہوتا اور کہیں دوشنبہ کو، کہیں عید شنبہ ہوتی اور کہیں دوشنبہ کو۔ اس زمانہ سے

اب تک ہم ۱۳۹۲ رمضان اور عید کر چکے ہیں اور یہی سادہ سا طریقہ چاند دیکھ کر روزے شروع کرنے کا اور چاند دیکھ کر عید کرنے کا رائج رہا ہے۔ کوئی بتا سکتا ہے کہ اس کی وجہ سے تفریق کلمۃالمسلمین یا اور کوئی مضر اثرات پیدا ہوئے ہیں۔ آخر وہ کونسا مضرت رساں نقص ہے جس کی تکمیل کے لئے یہ بے تابی اور جگر کاوی ہو رہی ہے۔ خود عہد رسالت میں ۱۰ھ میں مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں ذوالقعدہ اور ذی‌الحجۃ کے چاند میں اختلاف رویت ہوگیا۔ جس کے نتیجہ میں حجۃالوداع میں قیام عرفہ جمعہ کے دن واقع ہوا حالانکہ مدینہ میں ۹ ذی‌الحجہ شنبہ کے دن تھا۔ آخر، اس سے خرابی کیا واقع ہوئی۔؟

حج ایک ایسی عبادت ہے جس کا تمام تر تعلق مکہ مکرمہ اور اس کے قریب واقعہ ہونے والے منی، مزدلفہ اور عرفات سے ہے، اس میں مکہ کے مقامی مطلع کو معتبر سمجھا گیا۔ اور ہمیشہ اس کے لئے مکہ کا مقامی طلوع و غروب ہی معتبر سمجھا جاتا رہا ہے۔ عقلاً و عملاً ایسا ہی ہونا چاہئے اور یہی ہوا۔ اب آج اگر کوئی یہ کہے کہ طنجہ میں صبح ہوتی ہی نہیں جب حاجی عرفات میں پہنچ جاتے ہیں اور مراکش میں غروب آفتاب کو گھنٹوں باقی ہوتا ہے جب حاجی عرفات سے روانہ ہوکر مزدلفہ کی طرف چل پڑتے ہیں، اس لئے کسی حاجی کا حج صحیح نہیں ہوتا تو اس آدمی کی عقل و دانش کو کیا کہیں گے ؟ یا کوئی یہ سوچے کہ جب حاجی عرفات میں پہنچتے ہیں اس وقت انڈونیشیا کے جزیرہ تیمور میں نہ صرف زوال آفتاب ہو چکتا ہے بلکہ ظہر کا وقت بھی ختم کے قریب ہوتا ہے۔ اور عرفات میں جب ظہر کی نماز ہوتی ہے اس وقت شنگھائی میں رات ہوتی ہے۔ اس وجہ سے امت اسلامیہ کی یکجہتی اور اتفاق میں خرابی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے تو اس دانشور کی دانشوری پر ماتم کرنے کے سوا کوئی اور کیا کرسکتا ہے ؟

یہ کیسی دانشوری اور جلت پسندی ہے کہ ایک ہی قائدہ اور عقلی